خلیج کی جنگ صیہونیت کے عالمی تسلط کے منصوبے کا ایک حصہ ہے

صیہونیت کے پیروکاروں کا یہ منصوبہ کئی دہائیاں پہلے ہی سامنے آگیا تھا

(روزنامہ) الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۹۴۴
خطبہ نمبر: ۱۵
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۶/۴۱ سوموار ۲۳۔ شعبان ۱۴۱۱ ھ، ۱۱۔امان ۱۳۷۰ ہش، ۱۱۔ مارچ ۱۹۹۱ء نمبر ۵۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عراق کی مخالفت کرنے والے ملکوں نے اسلامی تاریخ کی خوفناک ترین غداری کر کے ایک ابھرتی ہوئی مسلمان حکومت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا

سعودی عرب، شام اور ترکی کے برعکس ایران کا کردار انتہائی قابل تعریف اور سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ یکم تبلیغ ۱۳۷۰ ہش (یکم فروری ۱۹۹۱ء) بمقام بیت الفضل۔ لندن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اسلامی تاریخ کی خوفناک ترین غداری

"اسلام کی تاریخ بہت سی خوفناک غداریوں سے داغدار ہے اور اگر آپ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دَور کے ابتدائی حصے کو چھوڑ کر جس میں خلفائے راشدین کا دَور اور کچھ بعد کا عرصہ شامل ہے، باقی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے مسلمانوں ہی سے کچھ غدار حاصل کئے گئے ہیں اور کبھی بھی اس کے بغیر ملّت اسلامیہ کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکا۔ اس تاریخ پر نظر ڈالیں تو غداریوں کی تعریف میں موجودہ جنگ سیاہ ترین حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔ کیونکہ آج تک کبھی اتنی اسلامی مملکتوں نے مل کر ملّت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف ایسی ہولناک سازش نہیں کی۔ یا اس میں شریک نہیں ہوئے۔ پس یہ جو موجودہ جنگ ہے اس کو اس دَور میں آج کے مبصرین ان مسلمان ممالک کو پاگل بنانے کے لئے جو ان کے ساتھ شامل ہوئے جو کچھ چاہیں کہیں لیکن کل مغربی دنیا کے محققین اور مؤرخین بھی یہی بات کہیں گے جو میں آج کہہ رہا ہوں کہ ان مسلمان ممالک نے اسلامی مفاد کے ساتھ حد سے زیادہ غداری کی اور اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ مل کر ایک ایسی اُبھرتی ہوئی اسلامی مملکت کو تباہ کیا اور اس طرح ظلم کے ساتھ ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی۔ ابھی تک تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ کوشش کی اللہ بہتر جانتا ہے کل کو کیا نتیجہ نکلے گا۔ لیکن اگر خدانخواستہ یہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے تو کل کا مؤرخ یہی بات لکھے گا کہ جب انہوں نے کوشش کی تو یہ مسلمان ممالک پوری طرح اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ایک عظیم اسلامی مملکت کو تباہ کرنے کے لئے شامل ہوئے اور ذرہ بھر بھی عدل یا رحم سے کام نہیں لیا اور ذرہ بھر بھی قومی حمیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔

اس ضمن میں کچھ ممالک تو ایسے تھے جن سے مجھے یہی توقع تھی، ان کے متعلق یہی احتمال تھا کہ ایسا ہی کریں گے جن میں ایک سعودی عرب ہے اور ایک مصر۔ مصر اس لئے کہ مصر پہلے ہی عالمی دباؤ کے نیچے آکر اور کچھ اپنا علاقہ واپس لینے کی خاطر اسرائیل کے ساتھ معاہدوں میں جکڑا جا چکا ہے۔ اور اس وقت مغربی طاقتیں مصر کو کلیۃً اپنا حصہ سمجھتی ہیں۔ دوسرے سعودی عرب، جس کی عالم اسلام سے غداریاں ایک تاریخی نوعیت رکھتی ہیں، اس کا آغاز ہی غداری کے نتیجے میں ہوا۔ اس کا قیام ہی غداری کے نتیجے میں ہوا، مسلسل انگریزی حکومت کا نمائندہ رہا یا امریکن مفاد کا نمائندہ رہا اور اسلام کے دو مقدس ترین شہروں پر قابض ہونے کی وجہ سے مذہب کا ایک چھوٹا سا دکھاوے کا لبادہ پہنے رکھا جس کے نتیجے میں بہت سی مسلمان مملکتیں اس بدنصیب ملک کے رعب میں آئیں اور محض اس لئے اس سے محبت کرتی رہیں اور پیار کا تعلق رکھتی رہیں کہ اسے وہ مکے اور مدینے کا یا دوسرے لفظوں میں محمد رسول اللہؐ اور خدا کا نمائندہ سمجھتی تھیں۔

سعودی عرب کا کردار

اس ضمن میں مَیں نے بارہا بعض مسلمان ریاستوں کے نمائندوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ تم بڑے دھوکے میں مبتلا ہو۔ میں سعودی عرب کی تاریخ کو اچھی طرح جانتا ہوں، وہابیت کی تاریخ سے خوب واقف ہوں۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ مکے اور مدینے کے میناروں سے جو آوازیں بلند ہوتی ہیں یہ اللہ اور رسولؐ کی آوازیں ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان میناروں پر صرف لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے ہیں اور مائیکروفون واشنگٹن میں ہیں اور ان مائیکروفونز پہ بولنے والا اسرائیل ہے کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ کسی لمبی چوڑی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کوئی انسان جو موجودہ حالات کا ذرا سا بھی علم رکھتا ہے یہ دو ٹوک بات خوب جانتا ہے کہ سعودی عرب کلیۃً امریکہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور امریکہ کلیۃً اسرائیلی اقتدار میں داخل ہو چکا ہے اور اسرائیلی اقتدار کو عملاً اپنی پالیسیوں میں قبول کر چکا ہے۔ یہ ظاہری صورت ہے جو نظر آتے ہوئے بھی مسلمان ممالک اس صورت سے اندھے رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جماعت احمدیہ کو انتہائی جھوٹے اور غلیظ پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا کہ جماعت احمدیہ انگریز کی ایجنٹ ہے۔ اس لئے جب مسلمان ممالک کے نمائندے ہم سے یہ بات سنتے تھے تو وہ سمجھتے تھے شاید اپنے گلے سے بلا ٹال کر سعودی عرب پہ پھینکتے ہیں اور اپنے انتقام لے رہے ہیں ورنہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ اب دنیا کے سامنے یہ بات کھل کر آچکی ہے اور سارے مولوی بھی جو ان سے پیسے لے کر، ان کا کھا کر احمدیوں کو کبھی یہودیوں کے ایجنٹ قرار دیتے تھے، کبھی انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیتے تھے۔ بھلے بندوں اب ان سعودیوں کو، سعودی حکومت کے سربراہوں اور سارے جو ان کے ساتھ شامل ہیں، وہابی علماء کو، سب کو ملا کر یہودی ایجنٹ

مسلسل ص۲ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور مغربی ایجنٹ قرار دے رہے ہیں اور ان کے متعلق ایسی گندی زبان استعمال کر رہے ہیں کہ وہ تو ہمیں زیب نہیں دیتی لیکن جیسا کہ پاکستان کی گلیوں میں اسی قسم کی گفتگو ہوتی ہے، ایسی ہی آوازیں بلند کی جاتی ہیں آپ جانتے ہی ہیں، ایسی ہی آوازیں انگلستان میں بھی سعودیت کے خلاف بلند ہوئیں اور دوسرے ممالک کے متعلق بھی یہی اطلاع آ رہی ہے کہ اب تمام عالم اسلام ان کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ اس لئے ان سے کسی قسم کی غدّاری پر تعجب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ یقین تھا کہ یہی کریں گے۔ یہی ان کا طریق ہے۔ یہی ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ موجودہ دَور میں بعض ایسے ممالک نے بھی اسلام کے مفاد سے غدّاری کی ہے جن سے دُور کی بھی توقع نہیں تھی اور اس میں بھی مَیں سمجھتا ہوں کہ امریکن دباؤ کے علاوہ سعودی دباؤ بھی اور سعودی اثر بھی بہت حد تک شامل ہے اور کچھ غربت کی مجبوریاں ہیں جن کے نتیجے میں بعض ملکوں نے اپنے ایمان بیچے ہیں۔ جن ممالک سے کوئی دُور کی بھی توقع نہیں تھی ان میں ایک پاکستان ہے، ایک ترکی ہے اور ایک شام ہے۔

پاکستان سے تو اس لئے مجھے توقع نہیں تھی کہ وہاں کی حکومت چاہے کتنی ہی امریکن نواز کیوں نہ ہوئیں بحیثیت پاکستانی جانتا ہوں کہ پاکستانی عوام اور پاکستانی فوج کا مزاج یہ برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ مغربی طاقتوں کے ساتھ مل کر کسی مسلمان ملک پر حملہ کریں یا اس حملے کا جواز ثابت کرنے کے لئے ان میں شامل ہو جائیں۔ کسی قیمت پر پاکستانی مزاج اس بات کو قبول نہیں کر سکتا لیکن اس کے باوجود موجودہ حکومت نے جب پوری طرح اس نہایت ہولناک اقدام کی تائید کی جو عراق کے خلاف اتحاد کے نام پر کیا گیا ہے تو میں حیران رہ گیا کہ یہ کیا ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے لیکن (سب تعریف اللہ کیلئے ہے) کہ دو تین دن پہلے پاکستان کی فوج کے سربراہ جنرل اسلم بیگ نے اس غلط فہمی کو تو دُور کر دیا کہ فوج کی تائید اس فیصلے کو حاصل ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھلم کھلا اس سے بریّت کا اعلان کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم ہرگز اس فیصلے کو پسند نہیں کرتے۔ یہ غلط فیصلہ ہے اور ملّت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف ہے۔

ترکی کا رویّہ

جہاں تک ترکی کا تعلق ہے۔ ترکی تو تمام دُنیا میں مسلمان مفادات کے محافظ کے طور پر صدیوں سے اتنا نیک نام پیدا کئے ہوئے ہے کہ اسی نام سے یورپ میں یہ جانا جاتا تھا اور ترکی کی عثمانیہ حکومت سے مغربی طاقتیں بھی کانپتی تھیں اور جب بھی ترکی کا نام آتا تھا تو وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک یہ سلطنت قائم ہے اسلام کی سرزمین میں نفوذ کا ہمارے لئے کوئی موقع پیدا نہیں ہو سکتا، کوئی دُور کا بھی امکان نہیں۔ چنانچہ اتنی لمبی عظمت کی تاریخ کو ایک فیصلے سے اِس طرح سیاہ اور بدزیب بنا دینا اور ایسے داغدار کر دینا یہ اتنی بڑی خودکشی ہے کہ تاریخ میں شاید اس کی کوئی مثال نظر نہ آئے۔ ترکی قوم پر ایسا داغ لگا دیا گیا ہے جو اَب مِٹ نہیں سکے گا سوائے اس کے کہ کوئی عظیم انقلاب برپا ہو اور پھر وہ اپنے خون سے اس داغ کو دھونے کی کوشش کریں۔

شام کا کردار

جہاں تک شام کا تعلق ہے اس کے لئے بھی کئی ایسی وجوہات تھیں جن کی بناء پر مجھے شام سے ایسی توقع نہیں تھی۔ ایک تو حافظ الاسد کا اپنا گولان ہائیٹ کا علاقہ اسرائیل نے ہتھیایا ہوا ہے اور بڑی دیر سے ان کی اسرائیل سے مخاصمت اور لڑائی چلی آ رہی ہے اور اس تاریخی دَور میں جب سے اسرائیل کا قیام ہوا ہے۔ شام نے اسرائیل کی مخالفت میں بڑی قربانیاں پیش کی ہیں اور اپنے علاقے بھی گنوائے لیکن اپنے مؤقف کو تبدیل نہیں کیا۔ اس کے علاوہ صدّام کی جو تصویر مغربی قومیں آج کھینچ رہی ہیں اُس سے بہت زیادہ بھیانک اور بدصورت تصویر صدر حافظ الاسد کی انہی قوموں نے کھینچ رکھی تھی اور اب تک وہی قائم ہے۔ اس لئے میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ جب مغربی قومیں ایک طرف صدر صدّام کو گندی گالیاں دیں گی اور اس کی کردارکشی کر رہی ہوں گی تو صدر حافظ الاسد کس طرح یہ سمجھیں گے کہ میں اس سے بچ کر ان کے ساتھ گلے مل سکتا ہوں لیکن ان کو یعنی صدر بُش کو اور صدر حافظ الاسد کو مَیں نے اکٹھے ایک صوفے پر بیٹھے دوستانہ باتیں کرتے ہوئے ٹیلی ویژن پر دیکھا اور ان کی پالیسی کو یکسر اس طرح بدلتے دیکھا ہے کہ عقل گنگ رہ جاتی ہے، کچھ سمجھ نہیں آتی۔ انسان ششدر رہ جاتا ہے کہ یہ کیا واقعہ ہوا ہے۔

ایران کا قابلِ تعریف کردار

ایران سے مجھے یہ توقع تھی نہ ہے نہ ہو گی کیونکہ ایران کے متعلق پہلے بھی مَیں بارہا کھلم کھلا یہ اقرار کر چکا ہوں کہ مذہبی عقائد سے اختلاف کے باوجود ایرانی قوم اسلام کے معاملے میں منافقت نہیں کرتی۔ اسلام کی سچی عاشق ہے۔

اِن کا اسلام کا تصوّر غلط ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ شیعہ ازم میں بعض ایسے عقائد کے قائل ہوں جن سے ہم اتفاق نہیں کرتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسلام کے تصوّر میں جہاں تک سیاست کا تصوّر ہے ان کے خیال میں بہت سی غلطیاں ہوں یعنی اسلام کے سیاسی تصوّر میں ان کے خیال میں غلطیاں ہوں اور ہیں۔ میرے نزدیک لیکن جان بُوجھ کر اسلام سے غدّاری کریں یہ ایرانی قوم سے ممکن نہیں ہے اور ان کی تاریخ بھی خدمتِ اسلام کے عظیم کارناموں سے روشن ہے بلکہ جتنی علمی خدمت اسلام کی وسیع تر ایران نے کی ہے جس کا ایک حصّہ اب روس کے قبضے میں ہے۔ اس خدمت کو اگر باقی اسلام کی خدمت کے مقابل پر رکھیں تو آپس میں تول کرنا بہت ہی مشکل ہو گا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایران کی خدمت کسی طرح دوسری سب خدمتوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے) کہ ایران نے اپنی توقعات کو پُورا کیا اور باوجود اس کے کہ صدر صدّام کی حکومت سے ایرانی حکومت کا شدید اختلاف تھا۔ آٹھ سال تک نہایت خوفناک خونی جنگ میں یہ لوگ مبتلا رہے ہیں اور بہت ہی گہرے شکوے اور صدمے تھے۔ اگر ایران، عراق کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوتا تو دُنیا سمجھ سکتی تھی اور مؤرخ اس کو معاف بھی کر سکتا تھا کہ اتنی خوفناک جنگ کے بعد اگر ایران نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ایسا ہو جایا کرتا ہے، آخر انسانی جذبات ہیں جو بعض باتوں سے مشتعل ہو کر پھر قابو میں نہیں آتے۔ اس وقت انسان گہری سوچوں میں نہیں پڑ سکتا کہ اسلام کے تقاضے کیا ہیں، ملّت کے تقاضے کیا ہیں۔ جذبات میں بہہ جاتا ہے تو یہ باتیں سوچ کر ایک مؤرخ کہہ سکتا ہے کہ اس پہلو سے یہ قابلِ معافی ہے مگر ایران نے اگرچہ ساتھ شامل ہونے کا فیصلہ تو نہیں کیا لیکن اس ابتلاء میں پُوری طرح نیوٹرل (NEUTRAL) رہتے ہوئے عراق کو عراق کی غلطی یاد کرائی اور مغربی طاقتوں کو ان کی غلطی یاد کرائی گویا کہ انصاف پر قائم رہا۔ اس پہلو سے ایران کا نام (اللہ نے چاہا تو) اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ عزت سے لیا جائے گا۔

یہ تو مختصر تبصرہ ہے سیاسی طور پر اسلام سے وفاداری یا عدم وفاداری کا۔ جہاں تک تعلق ہے مَیں جب اسلام سے وفاداری یا عدم وفاداری کہہ رہا ہوں تو سیاسی معنوں میں کہہ رہا ہوں یعنی ملّت اسلامیہ سے وفاداری یا عدم وفاداری کی بات ہو رہی ہے لیکن اس ضمن میں ایک یہ بات اَور بھی بتانی چاہتا ہوں کہ ملّت اسلامیہ میں دو ممالک ایسے تھے، دو سلطنتیں ایسی تھیں جو مذہب کے لحاظ سے بھی غیر معمولی مقام رکھتی تھیں۔ اسلام کے مقدس مقامات کے محافظ کے طور پر اور اس کے مجاور اور نگران کے طور پر سعودی عرب کو دُنیائے اسلام میں ایک عظیم حیثیت حاصل ہے جس سے کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ اتنی بڑی سعادت، اتنی بڑی امانت اس کے سپرد ہوئی اور دوسری طرف اسلامی علوم کا محافظ اور نگہدار مصر سمجھا جاتا تھا کیونکہ مصر کی جامعہ ازہر نے اسلامی علوم کی جو خدمت کی ہے اس کی کوئی مثال کسی اَور اسلامی ملک میں دکھائی نہیں دیتی اور اسلام کے آخری دَور میں علمی خدمت کے لحاظ سے جامعۂ ازہر مصر کو جو پوزیشن حاصل ہے اس کا کوئی اَور دُنیا میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس ان دونوں سے اس پہلو سے کوئی دُور کی بھی توقع نہیں رکھی جا سکتی تھی کہ یہ ملّتِ اسلامیہ سے غدّاری کریں گے۔ چنانچہ ان کا حال دیکھ کر مجھے وہ ایک شعر یاد آ جاتا ہے جو بچپن میں سُنا ہوا تھا اور اس زمانے میں زیادہ اچھا لگا کرتا تھا مگر بعد میں درمیانہ سا لگنے لگا۔ وہ یہ تھا کہ

آگ دی صیّاد نے جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتّے ہوا دینے لگے

کہ جب ظالم شکاری نے میرے گھونسلے کو جلایا تو جن پتّوں پر میرا ٹھکانا تھا، میرا سہارا تھا، میرا تکیہ تھا وہی پتّے ہل ہل کر اس میرے گھونسلے کی آگ کو ہوا دینے لگے تو علمی لحاظ سے اور تقدّس کے لحاظ سے جن دو ملکوں پر عالمِ اسلام کا تکیہ تھا جب دشمن نے عالمِ اسلام کے آشیانے کو آگ دی ہے تو انہوں نے ہی اس آگ کو ہوا دی ہے۔ پس یہ ایسا جُرم نہیں ہے جو کبھی بھی تاریخ میں معاف کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کیا فیصلے کرتی ہے آج کرتی ہے یا کل کرتی ہے۔ اِس دُنیا میں کچھ دکھاتی ہے یا ان کی سزا جزا کا معاملہ آخرت تک ملتوی کر دیتی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ مالک ہے وہی بہتر فیصلے کر سکتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن جہاں تک دُنیا کی سمجھ بوجھ کا تعلق ہے اس کے بد اثرات کچھ تو ظاہر ہو رہے ہیں کچھ ایسے ہیں جو مدّتوں ہوتے رہیں گے اور صرف اس خطّۂ ارض میں محدود نہیں رہیں گے بلکہ بہت وسیع ہوں گے اور بہت پھیل جائیں گے۔

یہ نیکی اور بدی کی جنگ نہیں ظلم اور خود غرضی ہے

دوسرا پہلو اس جنگ کا یہ ہے کہ جس کو مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ اس جنگ کا مقصد کیا ہے۔ کیوں ہو رہی ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہے؟ جب تک ہم اس کو اچھی طرح سمجھ نہ لیں اس وقت تک اس بارے میں ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ عالم اسلام کا صحیح مؤقف کیا ہونا چاہیئے یا دُنیا کا مؤقف کیا ہونا چاہیئے۔ اقوام متحدہ کو اس بارہ میں کیا اصلاحی اقدامات کرنے چاہئیں۔ مرض کا جب تک تجزیہ ہی نہ ہو۔ تشخیص ہی صحیح نہ ہو اُس وقت تک صحیح علاج تجویز ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے مَیں باقی خطبے میں مختصراً اس جنگ کی وجوہات کا اور اصل محرکات کا اور مقاصد کا تجزیہ کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ اس کی روشنی میں پھر آئندہ (اللہ نے چاہا تو) ایسی تجاویز پیش کروں گا جو اقوام متحدہ کے لئے بھی ہوں گی اور دُنیا کی دوسری قوموں کے لئے بھی اور عالم اسلام کے لئے بھی کہ احمدیہ نقطۂ نگاہ سے ان مسائل کا کیا حل ہے اور آئندہ دُنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اگر سنجیدگی سے غور ہونا چاہیئے تو کس پہلو سے، کس طریق پر غور ہونا چاہیئے۔

اس وقت تو ہم مغرب سے یہی آواز سُن رہے ہیں اور صدر بُش اسی آواز کو سب سے زیادہ زور اور شور کے ساتھ دُنیا میں پیش کر رہے ہیں کہ یہ جنگ مذہبی جنگ نہیں ہے۔ یہ جنگ کسی قسم کے مفادات سے تعلق نہیں رکھتی۔ یہ تیل کی جنگ نہیں ہے۔ یہ ہمارے مفادات کی جنگ نہیں ہے۔ یہ اسلام کی جنگ نہیں ہے، یہ یہودیت کی جنگ نہیں ہے، یہ عیسائیت کی جنگ نہیں ہے۔ پھر یہ کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں یہ حق اور انصاف کی جنگ ہے۔ یہ سچ اور جھوٹ کی جنگ ہے۔ یہ نیکی اور بدی کی جنگ ہے۔ یہ تمام دُنیا کی جنگ ہے ایک ظالم اور سفّاک شخص صدّام کے خلاف۔ یہ وہ امریکی نظریہ ہے جس کو اسی کثرت کے ساتھ ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات میں مشتہر کیا جا رہا ہے کہ اکثر مغربی دُنیا اس کو تسلیم کر بیٹھی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ واقعی یہی جنگ ہے لیکن بہت سے منصف مزاج اور گہری نظر رکھنے والے مبصرین ہیں جو انکار کر رہے ہیں اور مغرب ہی کے مبصرین کی مَیں بات کر رہا ہوں۔ ان میں بڑے بڑے ماہر اور تجربہ کار سیاستدان بھی ہیں اور دانشور، صحافی، ہر قسم کے طبقے سے کچھ نہ کچھ آوازیں یہ بلند ہو رہی ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ سب پروپیگنڈا ہے اور ہمیں ہمارے ہی راہنما دھوکے دے رہے ہیں اور کھلے کھلے دھوکے دے رہے ہیں۔ یہ جنگ کچھ اَور ہے۔ ایڈورڈ ہیتھ جو انگلستان کے پرائم منسٹر رہ چکے ہیں یہ اپنی بصیرت کے لحاظ سے اور بصارت کے لحاظ سے اور سیاسی سُوجھ بُوجھ کے لحاظ سے اور سیاست کے وسیع تجربے کے لحاظ سے انگلستان کی عظیم ترین زندہ شخصیتوں میں شامل ہوتے ہیں اور مسلسل ان کا یہی مؤقف رہا ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی لیڈر شپ ہمیں سخت دھوکہ دے رہی ہے اور یہ جو نیک مقاصد کا اعلان کیا جا رہا ہے ہرگز یہ بات نہیں۔ یہ جنگ انتہائی خود غرضانہ اور ظالمانہ جنگ ہے اور احمقانہ جنگ ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ابھی سے نہایت ہی خوفناک بد اثرات پیدا ہوں گے اور جنگ کے بعد کے حالات بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ بہرحال اس وقت مَیں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ مغربی مفکرین کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ خلاصۃً دوسری آواز یہ ہے کہ یہ تیل کی جنگ ہے۔ یہ مفادات کی جنگ ہے۔ یہ اسرائیل کے دفاع کی جنگ ہے اور اسرائیلی مقاصد کو پورا کرنے کی جنگ ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ جنگ صدر بُش کی اور صدر صدام کی جنگ ہے اور ان کے نزدیک صدر بُش نے اس مسئلے کو اپنی ذاتی اَنا کا مسئلہ بنا لیا ہے اور اب اُن کی عقل اور اُن کے جذبات اُن کے قابو میں نہیں رہے۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو ایسے بے قابو ہو جاتے ہیں اور اس طرح بچّوں کی طرح ایسے غلط محاورے استعمال کرتے ہیں کہ یہ لگتا ہی نہیں کہ کوئی عظیم قومی راہنما بات کر رہا ہے۔ اس لئے وہ بڑے زور کے ساتھ اس مسلک کو پیش کرتے ہیں کہ یہ جنگ دراصل صدر بُش کی جنگ ہے جو صدر صدام سے شدید نفرت کرتے ہیں اور انہوں نے امریکی تسلط کو قبول کرنے سے جو انکار کیا اور اس کے رُعب میں آنے سے انکار کیا اس کے نتیجے میں غضب بھڑکا ہوا ہے جو قابو میں نہیں آ رہا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کو تو جذباتی فیصلے نہیں کرنے چاہئیں اور چونکہ ہم نے صرف اپنی ہی فکر نہیں کرنی بلکہ سب دُنیا کی فکر کرنی ہے۔ کمزور اور چھوٹے اور بے طاقت ہونے کے باوجود کیونکہ ہم میں سے ہر ایک یہ یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس دُنیا کی سرداری یعنی خدمت کے رنگ میں ہمارے سپرد فرمائی ہے۔ .... اگر کوئی خدمت نہیں کرنا جانتا تو وہ سیادت کا حق نہیں رکھتا اور اگر وہ کوئی سیادت پا جاتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ خدمت کرے۔ پس ان معنوں میں مَیں قائد ہونے کی بات کرتا ہوں اور کسی معنی میں نہیں۔ پس ہم نے بنی نوع انسان کی خدمت کرنی ہے۔ ان کو ان کے صحیح اور غلط کی تمیز سکھانی ہے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کرنی ہے کہ تمام بنی نوع انسانِ عالم کا مفاد کس بات میں ہے کس چیز میں ان کی بھلائی ہے کس چیز میں ان کی بُرائی ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے مَیں چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کو خوب کھولوں اور پھر جہاں جہاں احمدی اس مسئلے کو سمجھ لیں پھر وہ اپنی طاقت کے مطابق آواز اُٹھائیں اور ماحول کی سوچ اور آراء کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔

دُنیا پر قبضہ کرنے کا صیہونی منصوبہ

اس مسئلے کا آغاز دراصل پچھلی صدی کے آخر پر ہو چکا تھا۔ جو جنگ آج نظر آ رہی ہے اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ ۱۸۹۷ء میں ایک صیہونی مقاصد کی کونسل قائم ہوئی جو یہود کے اُس طبقے سے تعلق رکھتی تھی جو حضرت داؤد کی بادشاہت کے قائل ہیں اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ تمام دُنیا پر ایک دن داؤدی حکومت ضرور قائم ہو کر رہے گی ان کو صیہونی یا اسرائیلی کہا جاتا ہے۔ صیہونیوں کی ایک ورلڈ کونسل قائم ہوئی اور اس نے اپنا ایک ڈیکلریشن ظاہر کیا۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں اسی سال یا اس سے کم و بیش کچھ آگے پیچھے عرصے میں ایک یہودی DOCUMENT یعنی مسودہ پہلی مرتبہ دُنیا کے سامنے ظاہر ہؤا جس کا نام تھا۔ پروٹوکالز آف ایلڈرز آف زائن (PROTOCOLS OF ELDERS OF ZION) یعنی زائن، وہی زائن جس کا مَیں ذکر کر رہا ہوں یعنی اسرائیلی حکومت، زائن ازم (صیہونیت) کے قیام کا مظہر یہ لفظ زائن ہے۔ زائن وہ پہاڑ ہے جس کے اُوپر کہتے ہیں حضرت داؤد سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بہرحال جب زائن کہتے ہیں تو مراد اسرائیل ہے۔ تو اسرائیل کے بڑے لوگ جو ZIONISM کے قائل ہیں اُن کے چوٹی کے رہنماؤں کی سکیم کہ ہم کس طرح دُنیا پر اپنے تسلط کو قائم کریں گے اور اس کے لئے لائحہ عمل کیا ہو گا کن اصولوں پر ہم کام کریں گے کیا ہمارے مقاصد ہوں گے کیا کیا طریقے اختیار کئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو مجھے اب تاریخ تو یاد نہیں لیکن یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ انیسویں صدی کے آخر پر ۱۸۹۷ء کے لگ بھگ پہلی مرتبہ یہ دستاویز ایک روسی عورت کے ہاتھ لگی جو دراصل ان ELDERS OF ZION جن کی یہ سکیم تھی، کی سیکرٹری کے طور پر کام کر رہی تھی۔ جرمنی میں یہ واقعہ ہؤا ہے اور ان میں سے ایک کی دوست بھی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ رات کو اپنے دوست کے گھر اس کا انتظار کر رہی تھی اور اس کو دیر ہو گئی۔ اس نے اس کی میز پر پڑی ہوئی کتابوں میں سے ایک مسوّدہ دیکھنے کے لئے دل بہلانے کے لئے چُن لیا اور یہی وہ مسوّدہ ہے جس کا نام ہے PROTOCOLS OF ELDERS OF ZION اس مسودے کو پڑھ کر وہ ایسی دہشت زدہ ہوئی اور اس میں دنیا کو فتح کرنے کا ایسا خوفناک منصوبہ تھا کہ وہ اس کو لے کر بھاگ گئی اور روس چلی گئی اور پہلی مرتبہ اس کتاب کو روس میں شائع کیا گیا۔ پھر ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تو بہرحال یہ وہی دَور ہے کہ جب ایک طرف انہوں نے ایک مخفی منصوبہ تیار کیا اور دوسری طرف ایک ظاہری منصوبے کا اعلان کیا اور یہ جو ظاہری منصوبہ ہے اس کے متعلق کوئی CONTROVERSY نہیں ہے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ ہاں ہمارا منصوبہ تھا اور ہم نے دنیا میں اس کو ظاہر کیا ہے۔ وہ صرف اتنا تھا کہ حکومتوں کے تعلقات کے لحاظ سے، دوسرے اثرات کو بڑھانے کے لحاظ سے ہم ایک منظم جد و جہد کریں گے جس کا مقصد یہ ہو گا کہ اسرائیل کو اپنا ایک الگ گھر بطور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریاست کے مل جانے تو جو دوسرا منصوبہ تھا اس کا مقصد تھا کہ اسرائیل اقوام متحدہ کے ذریعے اور اس زمانے میں اگرچہ اقوام متحدہ کا کوئی تصور بھی موجود نہیں تھا۔ لیگ آف نیشنز بھی نہیں تھی۔ اس کے باوجود اس منصوبے میں یہ سب کچھ ذکر موجود ہے اور اس سکیم کے ذکر کے بعد وہ منصوبہ آخر یہ ارادہ ظاہر کرتا ہے کہ جب یہ ساری باتیں ہو جائیں گی۔ ہم اقوام متحدہ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہوں گے تو پھر ہم اقوام متحدہ پر قبضہ کریں گے اور اقوام متحدہ پر قبضے کے ذریعے پھر ساری دنیا پر حکومت ہوگی تو یہ اقوام متحدہ پر قبضہ کرنے کا اور اس کے ذریعے پھر آگے دنیا پر حکومت کرنے کا جو منصوبہ تھا اس میں بہت سالوں کا لگنا ایک طبعی امر تھا لیکن جس جس مرحلے کا اس میں ذکر ہے کہ ان مراحل کو طے کر کے ہم بالآخر اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے وہ تمام مراحل اسی طرح وقتاً فوقتاً طے ہوتے رہے۔ چنانچہ جب یہود نے اس منصوبے سے قطع تعلق کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ ہماری طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہمارا منصوبہ نہیں ہے تو اس پر دنیا کے علماء اور سیاستدانوں اور دانشوروں نے بڑی بڑی بحثیں اٹھائیں۔ کئی عدالتوں میں اس پر مقدمہ بازیاں ہوئیں۔ انگلستان کے ایک پروٹسٹنٹ نے اس پر بہت تحقیق کی ہے اور اس نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام WATERS FLOWING EASTWARDS ہے۔ اس کتاب میں اس کے سارے پہلوؤں پر بحث ہے۔ مجھے آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے اس کو پڑھنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس کے بعد کوئی دوست مانگ کر لے گئے اور پھر وہ ہاتھوں ہاتھ بکھر کے پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ انگلستان سے میں نے کوشش کی ہے لیکن وہ دستیاب نہیں ہوتی کیونکہ اس کتاب میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس کتاب کو یہود فوراً مارکیٹ سے غائب کر دیتے ہیں۔ یہ درست ہے یا غلط کہ یہود کرتے ہیں یا کوئی اور کرتا ہے مگر ہو ضرور جاتی ہے۔ یہ تو ہمارا تجربہ ہے۔ پس معین طور پر الفاظ تو میں بیان نہیں کر سکتا لیکن جو بات میں بیان کرتا ہوں بنیادی طور پر مضمون کے لحاظ سے درست ہے۔ چنانچہ اس میں اس نے لکھا کہ جب انگلستان کے پرائم منسٹر ڈزرائیلی غالباً ڈزرائیلی نام تھا ان سے یہ پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک یہ مسودہ جو یہود کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ واقعۃً بڑے یہودی آدمیوں کی تحریر ہے اور ان کا منصوبہ ہے یا ان کے خلاف محض ایک سازش ہے اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش ہے تو اس کا جواب ڈزرائیلی نے یہ دیا کہ میرے نزدیک صرف دو صورتیں ممکن ہیں یا تو یہ منصوبہ واقعۃً انہی لوگوں کا ہے جن کی طرف منسوب ہو رہا ہے کیونکہ اس کے بعد جتنے واقعات رونما ہوئے ہیں وہ بعینہٖ اس منصوبے کے مطابق ہوئے ہیں اس لئے از خود کس طرح وہ واقعات رونما ہونے لگے۔ اور اسی ترتیب کے ساتھ، اسی تفصیل کے ساتھ اور یا پھر یہ کسی نبی کی کتاب ہو گی جس نے خدا سے علم پا کر اتنی زبردست پیشگوئی کی ہو گی تو اس نے کہا: میرے نزدیک تو دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو پرلے درجے کے جھوٹوں کی ہے جنہوں نے منصوبہ بنایا اور اب انکار کر رہے ہیں اور یا پھر ایک بہت بزرگ اور سچے کی کتاب ہے جس کو خدا نے بتایا تھا کہ آئندہ یہ واقعات ہوں گے۔

صیہونیت کی ناکامی کی پیش از وقت اطلاع

آج ہم جس دور میں داخل ہوئے ہیں یہ اس کی تکمیل کے آخری مراحل کا دور ہے۔ جب روس اور امریکہ کے درمیان مفاہمتیں شروع ہوئیں اور برلن کی دیوار گرنی شروع ہوئی تو مجھے اس وقت یہ منصوبہ یاد آیا اگرچہ میرے پاس موجود نہیں تھا کہ میں اپنی یادداشت کو تازہ کر سکتا مگر اتنا مجھے یاد ہے کہ اس کے آخر پر یہی لکھا ہوا تھا کہ بالآخر ہم پھر ساری دنیا کو پہلے تقسیم کریں گے اور پھر اکٹھا کر دیں گے اور اس وقت یہ ہو گا جب ہمارا اقوام متحدہ پر پوری طرح قبضہ ہو چکا ہو گا تو اس وقت سے میرا دل اس بات پر دھڑک رہا تھا کہ اب وہ خطرناک دن آنے کا زمانہ معلوم ہوتا ہے آگیا ہے لیکن اس خوف کے باوجود جو اتنی بڑی بڑی علامتوں کے ظاہر ہونے کے بعد ایک طبعی امر ہے، مجھے ایک یہ بھی کامل یقین ہے کہ بالآخر یہ منصوبہ ضرور ناکام ہو گا اور میرا یہ اعلان حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ملنے والی ایک خدائی خبر) کی بناء پر ہے۔ ۱۹۰۱ء میں حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو یہ خدائی خبر ملی) کہ

"فری میسن مسلط نہیں کئے جائیں گے"

اور ۱۹۰۵ء میں انگریزی میں یہ منصوبہ دنیا کے سامنے آیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ فری میسن مسلط کئے جائیں گے۔ پس اس زمانے میں جبکہ فری میسنز کا کسی کو تصور بھی نہ تھا حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کو یہ الہام ہونا یعنی ہندوستان میں تو "فری میسنری" کا بہت کم لوگوں کو پتہ تھا اور پھر قادیان جیسے گاؤں میں اچانک (خدائی خبر ملنی) حیرت انگیز بات ہے پس مجھے کامل یقین ہے کہ بالآخر یہ منصوبہ ضرور ناکام ہو گا مگر ناکام ہونے سے پہلے دنیا میں نہایت ہی خطرناک زہر پھیلا چکا ہو گا۔ بہت سے آتش فشاں پھٹ چکے ہوں گے اس کے نتیجے میں بہت سے زلازل واقعہ ہو چکے ہوں گے۔ بہت سی تباہیاں آئیں گی۔ بہت سی مصیبتوں میں قومیں مبتلا ہوں گی۔ بہت بڑے خطرناک دن ہیں جن سے ہمیں گذرنا ہو گا کیونکہ اتنا بڑا منصوبہ اچانک خودبخود ناکام نہیں ہوا کرتا۔ پوری کوشش کے بعد یہ منصوبہ اپنے سارے پر پرزے نکالے گا اور اس کی ناکامی کے لئے خدا کی تقدیر جو مدافعانہ کوشش کرے گی وہ بہرحال غالب آئے گی لیکن اس دوران ہمیں ذہنی طور پر اس بات کے لئے تیار ہونا چاہئے کہ بنی نوع انسان بہت بڑے ابتلاؤں میں سے گزریں گے اور انسان کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا ہو گا اور اس میں سے کچھ حصہ لازماً احمدیوں کو بھی ملے گا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ قومی عذابوں اور ابتلاؤں کے وقت سچوں کی جماعت کلیتہً بچ جائے۔ تکلیف میں کچھ نہ کچھ ضرور حصے دار ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد بالآخر.... غلبے کے دن آئیں گے۔ یہ وہ آخری تقدیر ہے جو لازماً ظاہر ہو گی اور وہی دراصل دنیا کا "نظام نو" ہے وہ نظام نو نہیں ہے جو صدر بش کے دماغ میں ہے جسے وہ (نیو ورلڈ آرڈر) NEW WORD ORDER کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں مگر اس مضمون کو سردست چھوڑتے ہوئے میں واپس وہاں آتا ہوں کہ سب سے پہلے موجودہ حالات کی بنیاد ۱۸۹۷ء کے لگ بھگ رکھی گئی۔ ظاہری طور پر تو بہرحال ۱۸۹۷ء میں رکھی گئی جب اسرائیل کی حکومت کے قیام کی کوششوں کا اعلان ہوا۔

اس کے بعد دوسرا بڑا قدم ۱۹۱۷ء میں ہمیں نظر آتا ہے جبکہ بالفور (BAL FOUR) نے، بالفور یا بیلفور جو بھی تلفظ صحیح ہے، جو انگلستان کے فارن سیکرٹری تھے انہوں نے ایک بہت امیر یہودی انسان کو جو یہودی کمیونٹی کا نمائندہ تھا، راتشیلڈ (ROTHSCHILD) جو بعد میں لارڈ بھی بن گیا یا اس وقت بھی شاید لارڈ ہی ہو، لارڈ راتشیلڈ کو ایک خط لکھا جس میں کیبنٹ کے ایک فیصلے سے اس کو مطلع کیا اور یہ دستاویز DOCUMENT کے طور پر چھپا ہوا موجود ہے کہ برطانوی حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ فلسطین میں اسرائیلیوں کو گھر دینے کے مسئلے پر ہر طرح تعاون کریں گے اور ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے اور ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ دور جو ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸۔ ۱۹ تک کے عرصے میں پھیلا ہوا ہے یہ دور اسلام کے خلاف سازشوں کا ایک نہایت ہی خوفناک اور سنگین دور ہے اور ان سازشوں میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ اس وقت کی برطانوی حکومت نے لیا۔ میں اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں

عثمانی حکومت کی بندربانٹ کا منصوبہ

۱۸۹۷ء میں FIRST WORLD ZIONIST CONGRESS نے جو ڈیکلریشن دیا اس کا میں ذکر کر چکا ہوں جس کے اس وقت پریذیڈنٹ ڈاکٹر تھیوڈور ہرزل تھے اور اگست ۱۸۹۷ء میں یہ منصوبہ دنیا میں باقاعدہ شائع ہوا۔ ۱۹۱۷ء کو بالفور (BAL FOUR) برٹش فارن سیکرٹری نے راتشیلڈ کو جو خط لکھا ہے اس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ اس سے ایک سال پہلے ۱۹۱۶ء میں مسٹر میک موہن MR. MC MAHON جو انگلستان کی حکومت کے نمائندہ تھے انہوں نے مکہ اور مدینہ اور ارض حجاز کے گورنر شریف حسین صاحب کو ایک خط لکھا۔ یہ شرق اردن کا خاندان تھا جو ترکی کی طرف سے ارض حجاز پر ترکی کی نمائندگی کرتا تھا اور اس خاندان کے افراد کو شریف مکہ کے طور پر یعنی مکہ کے گورنر کے لقب کے ساتھ وہاں گورنر بنایا جاتا تھا تو شریف مکہ کو MC MAHON نے ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم اس بات پر ہم سے اتفاق کر لو کہ ہم تمہیں ترکی کی ظالمانہ حکومت سے آزادی دلوائیں اور آزاد عرب ریاست کے قیام میں تمہاری مدد کریں تو اس کے بدلے تم ہمیں یہ یہ مراعات دو کچھ علاقے A کے نام سے MARK کر کے نقشے میں ظاہر کئے گئے، کچھ B کے نام سے اور کچھ فرانسیسی تسلط کے علاقے بتائے گئے، کچھ انگریزی تسلط کے۔ ان ساری شرائط کا خلاصہ یہ تھا کہ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے فارن پالیسی بنانے کا پورا اختیار انگلستان کو ہو گا یا فرانس کو ہو گا اور تمہیں اپنے بیرونی معاملات طے کرنے میں ان ان دائروں میں جن جن حکومتوں کا تسلط ہے ان کے مشورے اور اجازت کے بغیر کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں ہو گی یہاں تک کہ کوئی یورپین مبصر اور کوئی یورپین مشیر تم وہاں سے نہیں بلا سکتے جب تک انگریزی تسلط کے علاقے میں انگریز سے اجازت نہ ملے یا فرانسیسی تسلط کے علاقے میں فرانس سے اجازت نہ ملے۔ ادھر ان سے یہ گفت و شنید ہو رہی تھی شریف مکہ سے اور ادھر وہابی حکومت کے سربراہ یعنی سعودی خاندان سے سازباز چل رہی تھی کہ اگر تم ہم سے یہ معاہدہ کرو کہ اسی علاقے پر ہمیشہ کے لئے انگریزی تسلط کو قبول کر لو گے اور انگریز کی مرضی کے بغیر کوئی فارن پالیسی طے نہیں ہو گی اور ترکی کی حکومت کو تباہ کرنے میں ہمارا ساتھ دو گے۔ اور بہت سی شرطیں تھیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

توہم تمہاری مدد کریں گے کہ تم ارض حجاز پر قابض ہو جاؤ اور تمہاری حکومت کی ہمیشہ حفاظت کا تم سے اقرار کریں گے اور تمہیں تحفظ دیں گے کہ کبھی کوئی تمہیں میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے اور یہ معاہدہ ان کے ساتھ طے پا گیا اور چند سالوں کے بعد باقاعدہ اسی طرح حملہ ہوا اور پھر انہوں نے شریف مکہ کو الگ کر دیا تو ۱۹۱۵ء ۔ ۱۶ ۔ ۱۷ کے زمانے میں ایک طرف شریف مکہ سے یہ باتیں ہو رہی تھیں ۔ دوسری طرف شریف مکہ کے مخالفین سے وہ باتیں ہو رہی تھیں اور تیسری طرف روس اور انگلستان اور فرانس، ان تینوں کا ۱۹۱۶ء میں عثمانی حکومت کو آپس میں بانٹنے پر ایک معاہدہ ہوا اور اس میں یہ باتیں طے ہوئیں کہ جب ہم عثمانی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کریں گے تو کون سا حصہ روس اپنے قبضہ میں کرے گا۔ کونسا فرانس اپنے قبضے میں کرے گا۔ کون سا انگریز اپنے قبضے میں کریں گے اور اس کے علاوہ ایک اینگلو فرنچ اگریمنٹ ہوا جس میں عرب کی بندربانٹ کے متعلق انگریزوں اور فرانسیسیوں کا آپس کا معاہدہ تھا۔

تیل سے مالا مال ملکوں کا دفاع کیوں اس قدر کمزور ہے

پس اس علاقے پر تین بڑی طاقتوں کا تسلط بطور منصوبے کے اس زمانے میں طے ہو چکا تھا اور جہاں تک عرب کا تعلق ہے، یہاں روسی عمل دخل کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی تھی۔ عرب علاقوں پر فرانس اور انگلستان کی اجارہ داری تسلیم کی جا چکی تھی۔ پس بعد میں جو جنگیں ہوئیں اور بعد میں ان دونوں قوموں نے جو کردار یہاں ادا کیا ہے وہ اس پس منظر میں سمجھنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے جب ہم موجودہ صورتحال کا تجزیہ کرتے ہیں تو مقاصد کو سمجھنا نسبتاً زیادہ آسان ہو جاتا ہے لیکن اس بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ایک ایسی MYSTERY (معمہ) کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ان مسائل سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ دو ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر انسان توقع نہیں رکھتا کہ ہوں گی لیکن ہوئی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ مشرق وسطی دنیا کا امیر ترین علاقہ ہے اور دنیا کے سارے تیل کا ۶۰ فیصد اس علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اپنی دفاع کی طاقت کے لحاظ سے دنیا کا کمزور ترین علاقہ ہے اور انڈسٹریل GROWTH (صنعتی ترقی) کے لحاظ سے دنیا کا کمزور ترین علاقہ ہے۔ پس یہ کیا مسئلہ ہے۔ کیا معمہ ہے کہ جہاں دولتوں کے پہاڑ ہوں وہاں پہریدار کوئی نہ ہوں۔ یہاں کسی بینک میں سونے کی کچھ ڈلیاں بھی ہوں تو حفاظت کے بڑے پکے انتظام ہوا کرتے ہیں لیکن وہاں تو واقعۃً سونے کے پہاڑ پیدا ہو رہے ہیں اور اس کے باوجود فوجی نقطہ نگاہ سے ایک خلا کا علاقہ سمجھا جاتا ہے جو طاقت آپ دیکھ رہے ہیں اس کی اس دولت سے درحقیقت کوئی نسبت نہیں ہے جو وہاں موجود ہے تو کیوں ایسا ہو رہا ہے۔ کیوں اس علاقے کو کمزور رکھا گیا ہے جبکہ اسرائیل جو اس علاقے کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جس میں تیل کی دولت نہیں ہے اس کو غیر معمولی طور پر طاقتور بنایا گیا ہے۔ پس جہاں مال پڑا ہے وہ حصہ کمزور ہے۔ جہاں ڈاکے کا خطرہ ہے اس حصے کو طاقت دے دی گئی ہے۔ ایک یہ معمہ ہے جو حل ہونے والا ہے۔

ایک اور معمہ

دوسرا معمہ یہ ہے کہ صدر صدام نے جب LINKAGE کی پیشکش کی تو LINKAGE کی پیشکش کو کیوں رد کیا گیا۔ جب ہم اس کا تجزیہ کرتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ کیوں اس پیشکش کو رد کیا گیا ہے۔ جب آپ اس کو پوری طرح سمجھ جائیں گے تو پھر آخری حل کیا ہونا چاہئیے؟ وہ بات بھی آپ کو سمجھ آجائے گی امریکہ نے اور اس کے اتحادیوں نے مسلسل انکار کیا کہ کویت پر قبضے کا جہاں تک تعلق ہے اس کا کوئی LINKAGE (کسی اور مسئلے سے تعلق) نہیں ہے۔ صدر صدام حسین کہتے تھے کہ اس کا LINK (تعلق) ہے اور دونوں کو اکٹھا طے کرو۔ اگر یہ تعلق تسلیم ہو جاتا تو اس کے نتیجے میں اس مسئلے کا یہ حل بنتا کہ صدر صدام نے کویت کے علاقے میں جو جارحیت کی ہے اس علاقے کو چھوڑ کر اپنی جارحیت کے قدم کو واپس لے لے اور یہود نے، ZIONISTS نے جو شرق اردن کے مغربی کنارے کو غصب کیا ہے اور وہاں اس کے خلاف جارحانہ پیش قدمی کی ہے۔ وہ اپنے قدموں کو وہاں سے واپس ہٹائے۔ ایک جارحیت کو کالعدم کرو، دوسری جارحیت کو کالعدم کرو۔ دونوں طرفیں برابر ہو جاتی ہیں۔ اور انصاف قائم ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ آگے نہیں بڑھتا۔ یہ دراصل مقصد تھا صدر صدام کا جو بار بار LINKAGE کے اوپر زور دیتے چلے جا رہے تھے۔ دنیا کی بڑی طاقتوں نے جن کا اس مسئلے سے تعلق ہے اس کو کچھ اور رنگ میں، عمداً غلط رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا اور دنیا کی رائے عامہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی حالانکہ صدر صدام کا موقف وہی تھا جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

مغربی دنیا نے LINKAGE کو اس طرح عمداً غلط سمجھا کہ گویا صدر صدام یہ کہہ رہے ہیں کہ چونکہ اسرائیل نے ہمارے ایک مسلمان بھائی ملک کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے اس غصے میں میں نے بھی اپنے ایک مسلمان بھائی کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اور دونوں ایک جیسے معاملات ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی منطق نہیں ہے اور انہوں نے اسی وجہ سے اس LINKAGE کے موقف کا مذاق اڑایا اور اس کو بالکل بودا اور بے معنی قرار دیا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سب دنیا جانتی ہے کہ تیل کے جھگڑے کے نتیجے میں، یعنی تیل کا جھگڑا ان معنوں میں کہ کویت کی تیل کی فروخت کی جو پالیسی ہے اس سے عراق کو اختلاف تھا اور کچھ اور ایسے مسائل تھے تو تیل کے جھگڑوں کے نتیجے میں یا کچھ اور جھگڑوں کے نتیجے میں عراق نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کویت پر قابض ہو جاؤں گا اور وہ جھگڑے دراصل بہانے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ کویت کی تیل کی دولت پر قبضہ کرے تو کہتے ہیں اس میں LINKAGE کہاں سے ہو گیا۔ ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر تم جارحیت کے خلاف ہو تو تم اس جارحیت کو کالعدم کرو جو پہلے اس علاقے پر ہو چکی ہے۔ میں بھی کالعدم کر دیتا ہوں بات ختم ہو جائے گی لیکن اس کی طرف آتے نہیں تھے تو کیوں نہیں آرہے تھے یہ۔ آخر کیا وجہ ہے؟ اسرائیل سے کیوں اتنا گہرا تعلق ہے؟ کیا رشتے داریاں ہیں؟ کیا اس کے مفادات کی غلامی کی ضرورت ہے؟ اور اس کے بدلے اتنی بڑی بڑی قیمتیں ادا کر رہے ہیں کہ انسان کے تصور میں بھی اُن قیمتوں کی کمیت پوری طرح داخل نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک بلین کی کمیت کیا ہے۔ ہم جیسے عام غرباء تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ایک بلین کتنی بڑی رقم ہوتی ہے۔ ایک بلین روپے بھی ہمارے لئے بہت ہیں لیکن ایک بلین ڈالر تو بہت بڑی رقم ہے۔ اس جنگ میں جو اعداد و شمار ظاہر ہوئے ہیں۔ صرف امریکہ کا ایک بلین روزانہ خرچ ہو رہا ہے۔ ایک بلین ڈالر کا مطلب ہے ایک ارب ڈالر اور جتنے دن یہ جنگ چلے گی یہ اسی طرح خرچ ہوتا چلا جائے گا اور اس کے علاوہ انگریزوں کا خرچ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ فرانسیسیوں کا خرچ ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ان کے خرچ ہو چکے ہیں اور حالت ابھی سے یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا کے سامنے کشکول لیکر نکلنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ انگریز ڈپلومیسی میں امریکہ سے بہت بہتر ہے اور انگریزوں کی ڈپلومیسی میں صدیوں کی ٹریننگ کی وجہ سے ایک نفاست پائی جاتی ہے۔ اس لئے جب ہمارے فارن سیکرٹری صاحب جرمنی گئے تو وہاں سے انہوں نے کچھ۔ ساڑھے سو ملین کی جو AID انکو دی اس کا اعلان کرتے وقت انہوں نے پہلا فقرہ ہی یہ کہا کہ دیکھو بھئی! میں کوئی کشکول لے کر تو نہیں یہاں آیا تھا۔ میرے ہاتھ میں تو کوئی کشکول نہیں تھا۔ میرے دماغ میں تو FIGURE بھی کوئی نہیں تھا۔ کوئی اعداد نہیں تھے کہ اتنی رقم میں وصول کروں گا۔ یہ جرمن بھائی ہمارے بڑے مہربان ہیں۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ اچھی قوم ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنے ان بھائیوں کی مشکل میں مدد دیں اور (جنگی کوششوں) WAR EFFORTS میں ہم کچھ حصہ ڈالیں تو ہم شکریے سے قبول کرتے ہیں۔

ایڈورڈ ہیتھ کا موقف

ایڈورڈ ہیتھ نے کل رات کو اسی بحث میں حصہ لیتے وقت کہا کہ تمہارے جھوٹ کی اور مکاریوں کی حد ہو گئی ہے۔ تم نے قوم کو ساری دنیا میں بے عزت کر دیا ہے۔ کشکول ہاتھ میں پکڑ کے تم بھاگے پھرتے ہو۔ اس مصیبت میں پڑنے کی ضرورت کیا تھی جس کو سنبھال نہیں سکتے تھے، جس کے لئے انگلستان کی عزت کو اور عظمت کو داغدار کر دیا ہے اور اب تم بھکاری بن گئے ہو۔ امریکن اس کے مقابل پر کورس (COARSE) یعنی اکھڑ قسم کے POLITICIANS ہیں۔ کوئیل صاحب یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں جو امریکہ کے وائس پریذیڈنٹ ہیں اور ان کی جو ذہنی اور سیاسی قابلیتیں ہیں اُن کے اوپر امریکہ کا اخبار نویس ہمیشہ ہنستا رہتا ہے اور مذاق اڑاتا رہتا ہے۔ اس حصے کا تو میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اُن کے آپس کے معاملات ہیں لیکن ان کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں اور یہ نہیں پتہ لگتا کہ میں کس طرح بعض چیزوں پہ پردے ڈالوں۔ چنانچہ اپنے امریکہ کے مانگنے کو انہوں نے ایک اور نام دیا ہے۔ جیسے ہمارے پنجاب میں مشہور ہے کہ بعض "ڈنڈا فقیر" ہوتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ یہ کہیں کہ بھئی خدا کے واسطے کچھ بھیک ڈال دو۔ بھوکے مر رہے ہیں کچھ مدد کرو، رحم کرو۔ وہ ڈنڈا لے کر جاتے ہیں کہ دیتے ہو تو دو ورنہ ہم لاٹھی سے سر پھاڑ دیں گے تو انہوں نے اپنا جو طریق کار پیش کیا ہے وہ "ڈنڈا فقیر" والا ہے۔ جب ان سے ایک اخباری نمائندے نے یا ٹیلی ویژن کے نمائندے نے سوال کیا کہ بتائیے آپ دنیا سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا توقع! ہم نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو اب فیصلے کر لئے ہیں کہ فلاں سے اتنا وصول کرنا ہے۔ فلاں سے اتنا وصول کرنا ہے فلاں سے اتنا وصول کرنا ہے اور ہم نے مانگنا تو نہیں۔ ہم ان کو بتائیں گے کہ یہ تم نے دینا ہے تو اس نے کہا کہ جناب! اگر وہ نہ دیں تو پھر کیا کریں گے۔ انہوں نے کہا: نہ دیں گے تو پھر آنا ئیں بتادیتا ہوں کہ پھر امریکی تعلقات پر انحصار نہ رکھیں۔ ایک دبی ہوئی دھمکی تھی تو بہر حال اتنی بڑی قیمت دے رہے ہیں اور تمام عالم اسلام میں جو نام انہوں نے پیدا کیا تھا یکسر اس کو مٹا بیٹھے ہیں۔ قریب ہی کے زمانے میں ایک وقت تھا جب کہ پاکستان عملاً امریکہ کا سٹیلائیٹ بن چکا تھا اور عوام الناس اس کو قبول کر چکے تھے ہر سیاستدان اپنے وقار اور عظمت کے لئے امریکہ کی طرف دوڑتا تھا اور عوام میں اس کے خلاف ردعمل ہی ختم ہو چکا تھا۔ اب چند دنوں کے اندر اندر نفرت کی ایسی آگ بھڑکی ہے کہ لفظ امریکن وہاں گالی بن گیا ہے اور اسی طرح مسلمان ممالک سے برطانیہ نے اپنے تعلقات کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے اور بہت ہی لمبے عرصے سے جو نیک نام پیدا کیا تھا وہ نام مٹا دیا ہے تو یہ اتنی بڑی قیمت کیوں دے رہے ہیں کیوں نہ LINKAGE کو تسلیم کر لیا کہ اسرائیل کو کہتے کہ تم فلاں علاقہ خالی کر دو اور عراق فلاں علاقہ خالی کر دے گا۔ بات وہیں ختم ہو جائے گی۔ اس لئے ہمیں ان باتوں کا مزید تفصیل سے جائزہ لینا ہوگا کہ اس موجودہ لڑائی کے پس منظر میں کیا عوامل کام کر رہے ہیں۔ یہ جو الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ ان کے مشترکہ مفادات ہیں جن کی خاطر یہ اس وقت عراق کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور کویت کی بحالی محض ایک بہانہ ہے۔ اس کی بھی چھان بین کرنی ہوگی کہ کیا پہلے مشترکہ یا غیر مشترکہ علاقائی مفادات کی خاطر ان قوموں نے اسی قسم کا ردعمل دکھایا کہ نہیں۔

دوسرا جو الزام ہے کہ یہود کی خاطر ایسا کیا جا رہا ہے۔ اس کی چھان بین کرنی ہو گی کہ جب بھی یہود اس علاقے میں مسلمان ریاستوں سے متصادم ہوئے ہیں یا اسرائیل کہنا چاہئے۔ یہود میں تو بعض ایسے فرقے بھی ہیں جو اسرائیل کے خلاف ہیں۔ بعض بڑے بڑے شریف النفس ایسے لوگ بھی ہیں جو اسرائیلی جارحیت کی کھل کر تنقید کرتے ہیں اور ان کی کارروائیوں کی کسی رنگ میں بھی تائید نہیں کرتے تو یہود نہیں کہنا چاہئے۔ اسرائیل کہنا چاہئے کہ اسرائیل کا جب بھی تصادم ہوا ہے ان قوموں نے اس میں کیا کردار ادا کیا ہے اور کیوں اسرائیل کی ہر موقعہ پر تائید کی ہے اگر تائید کی ہے تو۔ مذہبی تعصب اس میں کارفرما ہے یا محض مفادات ہیں۔ اسرائیل کے قیام کی غرض وغایت کیا ہے۔ کیوں اس کو ہر بڑی سے بڑی قیمت پر قائم رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ سارے سوالات ہیں جن کا جواب (اللہ نے چاہا تو) آئندہ خطبے میں پیش کروں گا اور جہاں سے اس تاریخ کی بحث کو چھوڑ رہا ہوں، وہیں سے اٹھا کر آج تک کے حالات تک رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات آپ کے سامنے پیش کروں گا تا کہ آپ کی یادداشت تازہ ہو جائے۔

اس تجزیے کے بعد پھر اگلے خطبے میں اگر وقت ملا یا اس کے بعد کے خطبے میں میں دینی نقطۂ نگاہ سے ان مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ آج وقت زیادہ ہو چکا ہے اس لئے اس بحث کو، اس خطاب کو سردست یہاں ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ہم ...... عالمی مسائل کا ایک ایسا حل پیش کرنے کی توفیق پائیں جس کی اندرونی طاقت ایسی ہو کہ اگر وہ اس کو قبول کریں تو بنی نوع انسان کو امن کی ضمانت ملے اور اگر قبول نہ کریں تو جو چاہیں کریں امن مہیا نہ کر سکیں۔ صحیح حل کے اندر ایک یہ طاقت ہوا کرتی ہے جو سچائی کی طاقت ہے۔ اگر کوئی انسان کسی صحیح مشورے کو قبول کرے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے اور اگر رد کر دے تو اس کا نقصان ہوتا ہے۔ پس میں .... یقین رکھتا ہوں کہ جو حل جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا جائے گا وہ ایسا حل ہے کہ جس کو تخفیف کی نظر سے دیکھا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر قبول کرو گے تو اپنے فائدے کے لئے قبول کرو گے اور بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بھی اور اگر رد کرو گے تو جو چاہے کوششیں کرو۔ دنیا سے تم فساد کو رفع دفع نہیں کر سکتے اور ایک کوشش کے بعد دوسری کوشش ناکام ہوتی چلی جائے گی اور ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ سر اٹھاتی چلی جائے گی اور ایک بدامنی کے بعد دوسری بدامنی انسانی معاشرے کو خون آلود کرتی رہے گی اور انسان کے دل کے امن اور سکون کو لوٹتی رہے گی۔ یہ میں یقین رکھتا ہوں کہ چونکہ میں خدا کے فضل کے ساتھ (دینی) حل پیش کروں گا، اس لئے یہی صورت ہوگی۔ ان کو یا قبول کرنا ہوگا اور فائدہ اٹھانا ہوگا یا رد کرنا ہوگا اور نقصان کی راہ اختیار کرنی ہوگی۔

جماعت احمدیہ سے میری درخواست ہے کہ یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ میری ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو تقویٰ پر قائم رکھے تا کہ میں تقویٰ کے نور سے دیکھ کر ان مسائل کا کوئی ایسا حل تجویز کر سکوں جس سے بنی نوع انسان کو امن کی ضمانت دی جاسکے۔"

خطبہ یکم فروری ۱۹۹۱ء کے بارے میں ایک اہم نوٹ

اوپر جو خطبہ فرمودہ یکم فروری ۱۹۹۱ء درج کیا گیا ہے۔ اس میں دو اہم امور کی اصلاح بعد ازاں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۵۔ فروری ۱۹۹۱ء کے خطبہ میں فرمائی۔ ۱۵۔ فروری کا یہ خطبہ الفضل ۵۔ مارچ ۱۹۹۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں سے متعلقہ حصہ جو اوپر درج شدہ خطبے کی اصلاح کے بارے میں ہے دوبارہ درج کیا جاتا ہے۔

دو امور کی اصلاح

"پیشتر اس سے کہ خطبے کا اصل مضمون شروع کروں ایک دو امور میں اصلاح کرنی چاہتا ہوں۔ بعض دفعہ بہت دیر سے پڑھی ہوئی کتب کا مضمون تو ذہن میں یاد رہتا ہے۔ لیکن اس کے سن اشاعت وغیرہ اور اس قسم کے ناموں کی تفاصیل میں بعض دفعہ غلطیاں لگ جاتی ہیں تو خطبے کے بعد بعض دفعہ باہر سے کچھ احمدی دوست تصحیح کروا دیتے ہیں اور بعض دفعہ مجھے خود خطبے کے بعد یاد آنا شروع ہو جاتا ہے کہ غالباً یہ بات نہیں تھی، یہ تھی۔ اس پہلو سے دو باتوں میں تصحیح کرنی ضروری ہے ایک تو بہت ہی اہم ہے کیونکہ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدائی خبر) کے سال سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ (حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کو ۱۹۰۵ء میں یہ (خدائی خبر ملی) کہ:

"فری میسن مسلّط نہیں کئے جائینگے"

لیکن یہ ۱۹۰۱ء (کی خدائی خبر) ہے اور ۱۹۰۵ء میں میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ انگریزی میں پہلی مرتبہ PROTOCOLS OF THE ELDERS OF ZION کتاب شائع ہوئی۔ جس میں فری میسن کے تسلط کا ایک منصوبہ ہے یا فری میسن اس یہود کے تسلط کے منصوبے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں تو وہ ۱۹۰۵ء میں رشین زبان میں باقاعدہ کتاب کی صورت میں شائع ہوئی تھی۔ ابھی انگریزی میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ تو اس سے اور بھی زیادہ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ملنے والی اس خدائی خبر) کو عظمت ملتی ہے اور عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ کہ ابھی یہ کتاب روسی زبان میں آئی تھی اور روس سے باہر کی دنیا کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ یہ منصوبہ کیا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس سے چار سال پہلے ۱۹۰۱ء میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خبر بتا دی کہ دنیا میں یہود کے تسلط کا کوئی منصوبہ ہے جس میں فری میسن نے اہم کردار ادا کرنا ہے اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم پر اور تمہاری جماعت پر فری میسن مسلّط نہیں کئے جائیں گے۔

ایک اور غلطی اس میں تھی جو مجھے کسی نے توجہ تو نہیں دلائی نہ وقت ملا ہے کہ پورا وقت تحقیق کر سکوں لیکن مجھے یہ غالب گمان خطبے کے بعد گذرا کہ وہ غلط کہہ گیا ہوں۔ ایک بیان میں نے ڈزرائیلی کیطرف منسوب کیا تھا، خطبے کے بعد مجھے خیال آیا کہ وہ تو انیسویں صدی کے غالباً تیسرے حصے میں پہلے یہودی وزیر اعظم ہیں جو انگلستان میں وزیر اعظم کے منصب تک پہنچے تھے تو ان کا وہ بیان ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ بیان دینے والا بیسویں صدی کے کسی حصے میں بیان دے رہا ہوگا۔ کیونکہ بیان دینے والا یہ کہتا ہے کہ یہود کہتے ہیں۔ اس کتاب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں لیکن کتاب میں جو منصوبہ بیان ہوا ہے وہ منصوبہ اسی طرح کھلتا چلا جا رہا ہے جیسا کہ کتاب میں بیان کیا گیا ہے تو اس لئے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ کتاب منصوبہ بنانے والوں کی نہ ہو۔ اور چونکہ وہ منصوبہ یہود کی مرضی کے مطابق بن رہا ہے۔ اس لئے لازماً وہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوگا تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ اگر وہ نہیں تھے تو غالباً ہنری فورڈ امریکہ کے پریذیڈنٹ بھی رہے ہیں اور فورڈ کمپنی کے وہ بانی مبانی ہیں اور اُن کی ساری دولت رفاہِ عامّہ کے کاموں وغیرہ پہ خرچ ہوئی اور ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ یہودی دجل اور یہودی سازشوں کو بے نقاب کرنے پر گذرا۔ اور غالباً ایک فاؤنڈیشن بھی انہوں نے اسی غرض سے قائم کی تھی۔ بہر حال یہ ایک ضمنی بات ہے۔ اصل تبصرہ وہی تھا جو میں نے بیان کیا ہے اور آج اُس کے بھی بہت مدت کے بعد (یعنی یہ بیان غالباً ۱۹۲۰ء کے پہلے دو دہاکوں میں دیا گیا تھا بیس۲۰ کے قریب) اس کے بعد آج قریباً ستّر سال گذر چکے ہیں اور وہ منصوبہ بالکل اُسی طرح جیسا کہ بیان کیا گیا تھا با تحریر میں موجود ہے کھلتا چلا جا رہا ہے۔

خبریں

ملکی خبریں

○ حکومت نے سپریم کورٹ کی سطح پہ اینٹی کرپشن کمیشن قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے یہ کمیشن پورے ملک میں کام کرے گا اور ملنے والی شکایات کے علاوہ از خود بھی کارروائی کا مجاز ہوگا۔

○ چیف الیکشن کمشنر نے پی ڈی اے سندھ کے اراکین اسمبلی کی گرفتاریوں کی شکایات پر فوری کارروائی کا حکم دیا ہے۔

○ پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن محترمہ بے نظیر بھٹو نے سندھ میں ہونے والی کارروائیوں کے پیشِ نظر سینیٹ کے انتخابات کا بائیکاٹ کرنے کی دھمکی دے دی ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ وزیرِ اعظم کی طرف سے نہ تو ہم سے کوئی رابطہ ہوا ہے اور نہ صلح صفائی کا کوئی پیغام ملا ہے۔

○ آئی جی سندھ جیل خانہ جات پر ڈاکوؤں نے قاتلانہ حملہ کیا پولیس والوں سمیت ۵ افراد زخمی ہو گئے۔ دادو میں ڈاکوؤں نے ایک گاؤں پر حملہ کیا پانچ افراد کو ساتھ لے گئے۔

○ صدر غلام اسحاق نے کہا ہے کہ وزیرِ اعظم اگر بیوروکریسی پہ ہاتھ ڈالتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا انہوں نے کہا کہ وزیرِ اعظم سے میرا کوئی اختلاف نہیں اور یہ غلط ہے کہ میں بیوروکریسی کی طرفداری کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ فی الحال خلیج سے فوج واپس بلانے کا کوئی پروگرام نہیں۔

غیر ملکی خبریں

○ امریکہ کے وزیرِ خارجہ مسٹر جیمز بیکر مشرقِ وسطیٰ کے دس روزہ دورے پر سعودی عرب کے بعد کویت پہنچے جہاں انہوں نے وزیرِ اعظم اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سعد العبداللہ الصباح سے ملاقات کی ہیلی کاپٹر کی پرواز کے ذریعے کویت کا شہر اور جلتے ہوئے سینکڑوں کنوئیں دیکھے۔ وزیرِ اعظم کویت نے کہا کہ جب تک صدام حسین برسرِاقتدار ہیں ہم خود کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ انہوں نے جلد انتخابات کرانے کی یقین دہانی بھی کروائی۔

○ ۱۸ ممالک اب تک کویت میں دوبارہ سفارت خانے کھول چکے ہیں ان میں امریکہ برطانیہ، فرانس، کینیڈا، مصر اور یوگوسلاویہ کے علاوہ خلیج کے ممالک شامل ہیں۔

○ شمالی عراق کے کئی شہروں پر کرد باغیوں نے قبضہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔

○ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ ابھی تک اس بات کے کوئی شواہد نہیں ملے کہ عراقی فوج نے بغاوت کو کچلنے کے لئے زہریلی گیس استعمال کی ہو۔ عراق پر باغیوں نے ایسا الزام عائد کیا تھا۔

○ فلسطینی کیمپوں پر اسرائیلی فوجیوں کی فائرنگ سے ۱۰ فلسطینی زخمی ہو گئے۔ فلسطین کے علاقے غزہ کی پٹی میں مکمل ہڑتال کی گئی۔

○ یوگوسلاویہ میں کمیونسٹ حکومت کے خلاف پُرتشدد مظاہروں میں دو افراد ہلاک اور کئی زخمی ہو گئے۔

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت چِٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

اگلی نسل کی تربیت

حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے راضی ہے) نے فرمایا:

میں نے بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ قومیں اگلی نسل سے بنا کرتی ہیں۔ کوئی قوم اپنی زندگی کا اعتبار نہیں کر سکتی اگر اسکی اگلی نسل کارآمد اور محنتی نہ ہو۔ جب کبھی قوم پر زوال آتا ہے تو آئندہ نسلوں سے آتا ہے۔ اور جب بھی ترقی ہوتی ہے۔ دوام بخشنے والی چیز اولاد ہی ہے اگر اولاد انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ اس خاندان کا نام رہتا ہے۔ اور اگر اچھی اولاد حاصل ہوتی ہے۔ تو اسکے مذہب اور اسکی قوم کا نام رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو انسان کے اندر اولاد کی خواہش رکھی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو دوام بخشنا چاہتا ہے۔ ہر ماں اور ہر باپ ایک لڑکے یا لڑکی کی جستجو میں رہتے ہیں۔ جن گھروں میں اولاد نہیں ہوتی۔ باپ بھی اور مائیں بھی سب غم زدہ ہوتی ہیں۔ کبھی طبیبوں سے علاج کراتے ہیں کبھی دائیوں سے مشورے لیتے ہیں۔ کبھی دعائیں کرتے اور دعائیں کراتے ہیں کہ ہمارے ہاں اولاد نہیں اولاد ہو جائے۔ حالانکہ اولاد کیا فائدہ پہنچاتی ہے کچھ بھی نہیں۔ ہزاروں ہزار انسان دنیا میں ایسے ہیں پچاس ساٹھ یا ستر فی صدی نہیں بلکہ نوے فی صدی لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنی اولاد سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اگر تو ۹۰ فی صدی لوگ ایسے ہوتے کہ ان کی اولاد انہیں فائدہ پہنچاتی اور ان کی خبرگیری کرتی تو ہم سمجھتے کہ اولاد کی خواہش انسان کے اندر اسلئے پیدا ہوتی ہے کہ وہ اولاد سے فائدہ اٹھائے۔ مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ ادھر اولاد جوان ہوتی ہے اور ادھر وہ اپنے بیوی بچوں کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ سینکڑوں بوڑھے میرے ذاتی علم میں ہیں اس بات کے محتاج تھے کہ ان کی خبر گیری کی جاتی مگر انکے لڑکوں یا لڑکیوں نے ان کی طرف توجہ نہیں کی کیونکہ وہ لڑکیاں اپنے خاوندوں یا لڑکے اپنی بیویوں کے چونچلوں میں مشغول ہو گئے۔ یہ نظارہ عام طور پر دنیا میں نظر آتا ہے۔ کہ گھروں میں ماں باپ کی قدر نہیں کی جاتی۔ گو بعض قدر کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ مگر وہ خدمت سے قاصر رہتے ہیں۔ ادھر وہ جوان ہوئے اور اُدھر ان کے ماں باپ دنیا سے چل بسے تو عجب بالعموم یہ بات دنیا میں نظر آتی ہے۔ تو ان حالات میں یہ شدید خواہش جو انسان کے دل میں اولاد کے متعلق پائی جاتی ہے وہ دماغی تاثرات کا نتیجہ نہیں قرار پا سکتی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض طبعی خواہش ہے۔ عقلی خواہش کی بنیاد ہمیشہ دلیل اور تجربے پر ہوتی ہے۔ لیکن طبعی خواہش کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں ہوتی۔ پس جب دنیا میں اس بات کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی تو معلوم ہوا کہ یہ طبعی خواہش ہے جو خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان میں تسلسل قائم رکھنے کے لئے رکھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اولاد سے نام قائم رہتا ہے۔ مگر نام کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو کہاں قائم رہتا ہے۔ کوئی پوچھے کہ تمہارے پڑدادا کا نام کیا ہے تو کہہ دیتے ہیں پتہ نہیں۔ حالانکہ پڑدادا قریب کی چیز ہے۔ پڑدادا کے معنے ہیں باپ کا دادا تو دنیا میں لاکھوں ہزاروں آدمی ایسے ہیں۔ جو اپنے پڑدادا کا نام نہیں جانتے۔

ضروری اعلان:

۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۰ء تک کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے والوں کے لواحقین متوجہ ہوں کہ میں ان وفات یافتگان کے حالاتِ زندگی لکھ رہی ہوں۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ ان کے تفصیلی حالات سے مجھے آگاہ کریں۔ اگر ان کے دوست یا واقف کچھ لکھ سکیں تو مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں آپ کی دلی شکر گزار ہوں گی

حفیظۃ الرحمٰن

د/۹ — 369 گلشن اقبال کراچی

حبوبِ مفیدِ اٹھرا
HABOOB-I-
MUFEED-I-ATTHRA
۲۰ گرام — ۱۵/- روپے
۶۰ گرام — ۴۵/- روپے
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ ربوہ

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اعلان "دارالقضاء"

(حمید احمد صاحب بابت ترکہ محمد اسلم صاحب)

"مکرم حمید احمد صاحب وغیرہ ورثاء مکرم محمد اسلم صاحب 5/7 خرم جنرل سٹور بلاک E-2 ٹاؤن شپ لاہور نے درخواست دی ہے کہ موصوف بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں اُن کا پلاٹ ۳۳/ا دارالرحمت غربی ربوہ اُن کے بیٹے حمید احمد صاحب کے نام منتقل کیا جائے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر کوئی اعتراض ہو تو ایک ماہ کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔" (ناظم دارالقضاء ربوہ)

"محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ بیوہ مکرم چوہدری فضل احمد صاحب (سابق مینیجر اراضی تحریک جدید) سکنہ لطیف آباد حیدرآباد (سندھ) نے درخواست دی ہے کہ ان کے خاوند وفات پا گئے ہیں۔ اُن کی امانت تحریک جدید میں جمع شدہ رقم (مبلغ ۱۰۴۱/۰۸ روپے) مجھے ادا کی جائے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس رقم کی ادائیگی پر اعتراض ہو تو تیس دن کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔"

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

نمایاں کامیابی

عزیزہ مکرمہ قانتہ غزالہ ہاشمی صاحبہ بنت مکرم محمد انور ہاشمی صاحب چیف سینیٹری انسپکٹر کنٹونمنٹ بورڈ نوشہرہ نے بی ایس سی کے امتحان میں گورنمنٹ گرلز کالج نوشہرہ میں کیمسٹری گروپ میں فرسٹ ڈویژن حاصل کر کے اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ عزیزہ نے ۳۳۰/۵۵۰ نمبر حاصل کئے ہیں اور مجموعی طور پر تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ احباب کرام سے عزیزہ کی مزید کامیابیوں کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سونے کی بہترین ورائٹی کا مرکز

طاہر گولڈ سمتھ

طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ

فون دکان ۶۴۳
فون رہائش ۷۵۶

فینسی اور پائیدار زیورات آرڈر پر بھی تیار کئے جاتے ہیں

پاکستان کے مانچسٹر فیصل آباد میں جائیداد کی خرید و فروخت میں منفرد اور با اعتماد نام

NASA

ہمارا تعاون یقیناً آپ کے مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

ناسا اسٹیٹ ڈویلپرز اینڈ بلڈرز فیصل آباد

فون: آفس ۴۴۲۸۶، ۴۷۰۹۲
رہائش: ۴۳۱۱۵

طالبِ دعا: سہیل مشتاق

ڈیفنس سوسائٹی میں پہلی بار

ماسٹر واچ کمپنی اینڈ ویڈیو فنکشن

ریکارڈنگ کیلئے تشریف لائیں
گھڑیوں کی سیل اور اعلیٰ سروس
سوئٹزرلینڈ کے سند یافتہ ماہرین

پتہ ماسٹر واچ کمپنی برانچ ۲
5۔ سنی پلازہ مین بولیوارڈ
ڈیفنس سوسائٹی روڈ۔ لاہور

۰۔ نرینہ اولاد سے محروم ۰۔ بے اولاد ۰۔ اٹھراء ۰۔ سوکھا۔ گرمی ۰۔ گیس کا علاج کرنیوالے

سنہ ۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت

مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)

چوک گھنٹہ گھر۔ گوجرانوالہ
پوسٹ بکس ۱۹۰
فون ۷۴۸۴۴، ۷۶۴۹۷، ۴۳۱

زیرِ نگرانی: حکیم عبدالحمید اعوان ابن حکیم نظام جان

برانچیں: ربوہ: اقصیٰ چوک نزد لیٹر بکس، ملتان: نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ، لاہور: جوہر ویو فیز I بالمقابل مسجد چک مزنگ نزد آخری سٹاپ ممتاز مارکیٹ دفاقی کالونی نیو کیمپس روڈ، چوک قلعہ کالروالہ: تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ، کراچی: محمود آباد نمبر ۳ نزد شبینہ ڈاکخانہ

خواتین کے لئے انتظام کیساتھ

نرینہ اولاد سے محروم حضرات اور اٹھراء کی شکار دکھی عورتوں کے لئے امید کی کرن

اٹھراء کی گولیاں

عورتوں اور بچوں کے علاج کیلئے ہم سے رجوع کریں

گولڈن پلز طاقت کا سرچشمہ

اعضائے رئیسہ کیلئے بے حد مفید اور مقوّی

زیرِ نگرانی: مرض اٹھراء کے مشہور معالج حکیم عطاء الرحمٰن علوی اینڈ سنز ولد حکیم نظام جان

دواخانہ محافظِ صحت گول چوک اوکاڑہ

ھوالشافی

اولاد ــــ ایک فطری خواہش

بے اولاد مرد و زن کیلئے "خصوصی ہومیو جرمنی کورس"
خدا کے فضل سے مؤثر علاج

اس کے علاوہ پرانی اور پیچیدہ امراض کے لئے پاکستانی، جرمنی، برطانیہ اور فرانس کی سیل بند ادویات مناسب اور رعائتی نرخ پر حاصل کرنے کیلئے

یونیورسٹی روڈ
عزیز ہومیو پیتھک سٹور رحمان کالونی۔ ربوہ
فون: ۴۱۴

طلائی و نقرئی زیورات کی معیاری دوکان

الحمد جیولرز

اقصیٰ روڈ ربوہ

پتہ

۰۔ قدیمی ۰۔ اوّلین ۰۔ شہرہ آفاق

سنہ ۱۹۱۱ سے ایک ہی نام

دواخانہ حکیم نظام جان

چوک گھنٹہ گھر ــ گوجرانوالہ
فون ۷۳۹۹۷

برانچیں: ۰۔ کراچی: فون ۴۱۳۲۵۱
۰۔ لاہور: 1-D-3 گلشن راوی
ملتان: چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
منڈی بہاؤالدین: بالمقابل شاہ تاج شوگر مل
رحیم یار خان: فون ۴۷۹۹
ربوہ: اقصیٰ چوک کالج روڈ۔ فون نمبر ۵۵۸

صاحب اولاد

اپنے پھول سے بچوں کی صحت اور نشو و نما کا خاص خیال رکھیں۔ اگر کوئی کمزوری ہو تو مندرجہ ذیل ادویات سے انتخاب کریں

DWARFISHNESS COURSE	۱۰۰/-	۰۔ چھوٹا قد کورس
BED URINE COURSE	۳۵/-	۰۔ بول بستری کورس
MITTI CHHOURE COURSE	۲۰/-	۰۔ مٹی چھوڑ کورس
BABY GROWTH COURSE	۳۰/-	۰۔ بے بی گروتھ کورس
MARASMAS COURSE	۵۰/-	۰۔ سوکھا پن کورس
BABY TONIC	۱۰/-	۰۔ بے بی ٹانک
SLOW DENTITION CURE	۲۰/-	۰۔ آہستہ دانت نکالنا کیور
IRREGULAR TEETH CURE	۲۰/-	۰۔ بے ترتیب دانت کیور

ڈاکٹرز اور سٹاکسٹوں کیلئے معقول کمیشن
تین صد روپے یا زائد کے آرڈر پر ڈاک خرچ بذمہ کمپنی

کیور ٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی (رجسٹرڈ) ربوہ فون نمبر ۶۰۶، ۷۷۱